ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اردو کالم نگاری میں ڈاکٹر فصیح الدین کا مقام و مرتبہ

Dr. Fasihuddin Ashraf's place and rank in Urdu column-writing

ڈاکٹر ماجد علی

ڈاکٹر مہرین لطیف (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین، گلبرگ لاہور)

مبشر حسین

کرن شہزادی

Abstract:

Dr. Faseehuddin is an authentic and important name in contemporary Urdu column-writing. He has brought Urdu columnism to its peak with his tireless work and dedication. He served as a flag-bearer of column-writing at a time when literary column- writing in Pakistan was near extinction. He created a stir in Urdu column-writing with his intelligence and ingenuity, innovation, investigative skill and wit. His column writing is a beautiful combination of different colors and moods. At the same time, his style is very simple and the aptness of language captivates the readers. It is a Herculean task to be a torch-bearer of Shariah and mysticism in an atmosphere of worldliness. He is a fearless and courageous police officer. Where he attacks the negative attitudes of the public, he does not hesitate to speak the truth in front of oppressive generals, landlords, capitalists and politicians. He recurrently writes on sufism, social evils, political instability, religious hatred, terrorism, America's duplicitous policies, police issues, nepotism and bribery. The vastness of his topics has lent him a unique place among the columnists of the present time.

ڈاکٹر فصیح الدین اشرف کے آباو اجداد کا تعلق ضلع باجوڑ کے علاقے ماندل میں قبیلہ "کیدوخیل "سے تھا۔اُن کے ایک جدامجد حضرت شیخ عنایت اللہ عرف" تور بابا "علاقہ باجوڑ سے ضلع دیر کے علاقے مورنئی میں آ کر آباد ہو ئے۔وہیں پر اب اُن کا مزارمرجعِ خلائق ہے۔ڈاکٹر صاحب15 جنوری1969ء کوگندھارا تہذیب کے معروف قصبے تخت بھائی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔اُنھوں نے اپنے نام کے ساتھ اشرف کا اضافہ حضرت سیدسلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد اورخلیفہ مجاز مولانا محمد اشرف سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت کی بنا پر کیا تھا۔اُن کے والد کا نام حاجی حافظ غلام یوسف تھا جو قرآن پاک کے حافظ اور مجذوب قسم کے اِنسان تھے۔روز گار اورذریعہ معاش کے لیے وہ تجارت کرتے تھے۔اُن کی والدہ کانام سجانیہ بی بی تھا ۔جو اِنتہائی نیک سیرت اور سگھڑ خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سخت گیر بھی تھیں۔ڈاکٹر صاحب نے ابتدائی تعلیم تخت بھائی سے ہی حاصل کی۔بچپن میں اُن کا رُجحان مذہب کی طرف زیادہ تھا۔وہ اکثر سکول سے بھاگ کر درالعلوم میں اِسلامی درس میں جا کر بیٹھ جاتے تھے ۔وہ دُنیاوی تعلیم کی بجائے مذہبی تعلیم کو ترجیح دیتے تھے۔لیکن اُن کا بار بار عالم بننے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔اسکول کے دنوں میں آپ کھیل کود سے الگ تھلگ غور فکر میں محو رہتے تھے۔اُن کے ایک اُستاد سوات سے تھے جو بڑے غصیلے اور نَسوار کھانے کے عادی تھے۔اُستاد صاحب کے غصیلے پن کی وجہ سے تمام طالب علم اُن کو" اُور اُستاد"یعنی پشتو زبان میں"آگ اُستاد"کہا کرتے تھے۔بس ایک دن اُستاد صاحب نے شرارتی طلباء کو سبق سیکھانے کے لیے کہہ دیا کہ نَسوار منہ میں رکھنے سے پریاں ناچتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ڈاکٹر صاحب اور اُن کے ساتھی طلباء نے کہا سر ہم بھی ناچتی ہوئی پریاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ہمیں بھی نَسوار دے دو تو ماسٹر جی نے سب کوتھوڑی تھوڑی نَسوار دے دی۔نَسوار منہ میں رکھتے ہی طلباء کے ہوش ٹھکانے آگئے اورچکر کھاتے ہوئے سکول کے واش روم میں لگی ٹوٹیوں کی طرف دوڑے جہاں جا کر اُنھوں نے کُلیاں کیں اور پانی پیا۔ڈاکٹر صاحب نے جب یہ قصّہ گھر جا کر اپنی والدہ کو سُنایا تو اُن کی والدہ کواُن کے اِس فعل پراِس قدر غصّہ آیا کہ اُنھوں نے ڈاکٹر صاحب کو اس کی سخت سزا دی۔اِس حوالے سے ڈاکٹر صاحب اپنے ایک اِنٹرویو میں بتاتے ہیں۔

"ماں نے آہستہ سے ہماری بڑی بھابی کو اِشارہ کیا کہ وہ باربی کیو والے چھوٹے چھوٹے سیخ ذرا گرم کر کے دے دیں۔وجہ اُنہوں نے بھی نہ پوچھی سیخ تھوڑے گرم ہوئے تو ماں نے میری قمیض اُتروائی اور دیگر بھائیوں کی مدد سے مجھے مضبوطی سے جکڑ لیا ۔ماں نے غصے سے کہا کہ یہ تم سکول گئے تھے یا مردار چیز کھانے گئے تھے۔والدہ ماجدہ نے جگہ جگہ میرے جسم کو اُن گرم سیخوں سے داغا اور آخر میں میرے ہونٹوں کو ایک داغ دیا۔جس سے میرے ہونٹ جل گئے۔سوجھن کی وجہ سے کئی دن تک روٹی نہ کھا سکا اور دودھ شربت پر گزارہ کرتا رہا1"

ڈاکٹر صاحب نے میٹرک کا امتحان1984 ء میں گورنمنٹ ہائی سکول تخت بھائی سے پاس کیا۔1986ء میں ایف ایس سی کا امتحان ایڈورڈز کالج پشاور سے پاس کر کے خیبر میڈیکل کالج پشاور میں داخلہ لے لیا۔ مذہبی رُجحان کی وجہ سے میڈیکل کالج کے دوسرے سال میں تعلیم ادھوری چھوڑ کر کراچی کے ایک در العلوم میں داخل ہو گئے ۔لیکن اُستاد مکرم حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی کی توجہ اور نصیحت سے واپس آکر میڈیکل کی تعلیم مکمل کی۔سکول سے کالج تک اُن کے اساتذہ کرام اِنتہائی شفیق اور علم دوست اِنسان تھے۔جنہوں نے ہر مشکل وقت میں ڈاکٹر صاحب کی بھرپور رہنمائی اور مدد کی۔میڈیکل کالج کے زمانۂ طالب علمی کے آخری سال میں وہ لٹریری سیکریٹری کے عہدے پر فائز رہے۔جب آپس کے اختلافات کی بنا پر عہدہ چھوڑنا پڑا تو اُنہوں نے اپنے مضامین کو کالج میگزین میں چھپوانے کی بجائے الگ سے کتابچے کی شکل میں"قصّہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو"کے عُنوان سے شائع کروادیے۔اِسی دوران ایک طویل مضمون لکھا جس کو" تفکرِ ابراہیمی "کے نام سے کتابچے کی شکل میں شائع کروایا۔یہ مضمون زیادہ تر نقل و اخذپر مبنی اورمصنف کے مطالعے اور ذوق کا پتہ دیتا ہے۔ایم بی بی ایس پاس کرنے کے فوراً بعد آپ نے ہاوس جاب بالکل نہیں کی بلکہ سیدھا سی ایس ایس کی تیاری شروع کر دی۔اِسی دوران میں آپ ریڈیو پاکستان پشاور سے مختلف موضوعات پر تقریری پروگراموں میں حصّہ لیتے رہے۔آپ نے تقریباً پچاس کے قریب تقاریر کیں۔1994ء میں سی ایس ایس کا امتحان پاس کرکے آپ محکمہ پولیس میں بطور اے ایس پی بھرتی ہوگئے۔سی ایس ایس کی تیاری کے دوران میں پشاور کے معروف صحافی شریف فاروق مرحوم کے غیر رسمی شاگرد بھی رہے اور اُن کے اخبار"روزنامہ جہاد"میں باقاعدہ کالم لکھتے رہے۔دورانِ سروس آپ نے بلوچستان سے بی اے کا امتحان پرائیویٹ حیثیت سے پاس کیا۔ایم اے سیاسیات2001 ء جبکہ ایل ایل بی کا امتحان2003 ء میں پاس کیا۔ایم اے سیاسیات میں آپ پشاور یونیورسٹی سے گولڈ میڈلسٹ رہے۔آپ سال2000ء میں ایس پی کے عہدے پر فائز ہوئے ۔2009ء میں آپ ایس ایس پی کے عہدے پر ترقی پا گئے۔جبکہ2018 ء میں آپ کو ڈی آئی جی کے عہدے پر ترقی دی گئی۔آپ نے آئی بی،ایف آئی اے،فرنٹئر کانسٹیبلری اور بلوچستان پولیس میں بھی خدمات سر انجام دیں۔آج کل2023ءمیں آپ ہنگو پولیس ٹریننگ کالج میں بطور کمانڈنٹ اپنے فرائضِ منصبی سر انجام دے رہے ہیں۔2000ء میں ڈاکٹر صاحب کی شادی طے پائی۔اُن کے ہاں دو بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔2013ء میں اُنہوں نےاپنی سات ہزار کتابیں پشاور کے شاعروں اور ادیبوں کے مشورے پر تخت بھائی سے پشاور منتقل کیں اور ورسک روڈ پر ذاتی مصارف سے ایک خوبصورت مکان میں پشاور ریسرچ لائبریری کے نام سے ایک پرائیویٹ لائبریری قائم کی۔2013ء سے2023 تک وہ خود بھی اعلیٰ کتابیں خریدتے رہے اور بعض احباب نے اپنی بہت سی کتابیں لائبریری کو بطور ہدیہ پیش کیں۔آج تک اِس کُتب خانے میں الگ بھگ بیس ہزار کتابیں موجود ہیں۔

ڈاکٹر فصیح الدین اشرف کی ادبی خدمات:

ڈاکٹر صاحب کو بچپن سے ہی کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔اُنہوں نے دیوانِ داغ،دیوانِ ذوق تین تین روپے میں خرید کر پڑھے تھے۔اِس کے علاوہ مسلمان فاتحین ،تذکرۂ اولیائے ہند،موت کا منظر،رودادِ ابتلاء،مضامینِ آزادجیسی کتابوں کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے پشتو زبان کی شاعری کی کتابیں،ٹپے،ماہیے،لوک گیت،لوک کہانیوںوغیرہ کا مطالعہ بھی کر لیا تھا۔اُنہوں نے اپنے بچپن اور لڑکپن میں احمد فراز،ساغر صدیقی اور ساحر لدھیانوی کی شاعری کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھا۔وہ" اخبارِ جہاں "اور" روزنامہ مشرق "کا بھی باقاعدگی سے مطالعہ کرتے رہے۔آپ بچپن میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

فلم بینی سے بھی لطف اُٹھاتے رہے۔ڈاکٹر صاحب نے ادبی زندگی کا آغازپشتو شاعری سے کیا اور کوثر تخلص اختیار کیا۔بعد میں اِسی تخلص کی وجہ سے گھر میں بھی اُن کا نام کوثر پڑھ گیا۔ڈاکٹر صاحب کو صوفی اِزم اور تصوّف سے گہرا شغف ہے۔زمانہ طالب علمی میں ہی آپ بچوں پر جسمانی تشدد کے حوالے سے لکھتے رہے اور1993 ءمیں انگریزی زبان میں ایک کتابچہ("Child Sexual Abuse"بچوں پر جنسی تشدد)کے عُنوان سے لکھا۔آج کل یہ موضوع اور یہ مسئلہ اتنا گھمبیر ہو گیا ہے کہ حکومتِ پاکستان کو اِس کے لیے الگ سے قوانین پاس کرنے پڑے ہیں۔جو بات لوگوں کو اب مسئلہ نظر آئی ہے اِس پر ڈاکٹر صاحب کا بہت پہلے قلم اُٹھانا اُن کی دور اندیشی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ڈاکٹر صاحب کے موجودہ کالموں کے پہلے مجموعے کا نام"خامہ بہ جوش"ہے۔اِن کالموں کا تعلق2011 ءسے ہے۔یہ مجموعہ بلوچستان کے شہر کوئٹہ کے معروف اشاعتی ادارے گوشۂ ادب نے شائع کیا۔یہ کالم دراصل کالم نما مضامین ہیں جو پشاور کے معروف اخبار روزنامہ آج میں شائع ہوتے رہے۔اِس میں چند کالم بلوچستان سے متعلق بھی شامل ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے اِس کتاب کا پہلا اِنتساب غازی علم الدین شہید کے نام کیا جبکہ لائبریری ایڈیشن اور کالج ایڈیشن پاک فوج کے اُن جری جوانوں کے نام کیا جنھوں نے اِس وطنِ عزیز میں دہشت گردی کی جنگ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔یہ کتاب448 صفحات پر مشتمل ہے۔"خامہ بہ جوش"فکروخیال،ندرت وجدت اور تنوّع کا خُوبصورت نمونہ ہے۔اِس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے تصّوف،تاریخ،پاکستانیات،علم وادب،مسئلہ افغانستان،علم وادب کے فلسفیانہ رُجحانات،پولیس سٹڈیز،پختون شناسی،عالمگیریت، 11/9کے بعد کا منظر نامہ،سیاسی،سماجی اور معاشی موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے۔سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ بیک وقت مذہب،سیاست،تاریخ ، تصوّف اور عالمی سطح کے معاملات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کی اِس تصنیف کے حوالے سے ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب" حرفِ چند"کے عُنوان سے لکھتے ہیں۔

> "فصیح الدین اشرف نے ہمارے پُر آشوب اور قیامت آثار عہد کے سلگتے،تپکتے،تہذیبی و عمرانی مسائل پر تواتر سے قلم اُٹھایا ہے۔اِسلام سے محبت اُن کے خمیر میں داخل ہے۔لہذا وہ اِسلام کے تصّورِ جہاد وغیرہ کے صحیح خدوخال متعین کرتے ہیں۔اُن کی فاٹا،افغانستان اور مشاہیر کرام کی آراء جیسی تحریریں بڑی چشم کشا ہیں۔2

ڈاکٹر صاحب کی دوسری اہم تصنیف خامہ بہ جوش کی دوسری جلد"صحرا میں اذان"کے عُنوان سے چھپ کر سامنے آئی ہے۔اِس کتاب کو پہلے پہل سنگ میل پبلی کیشنز لاہور والوں نے شائع کیا۔اِس کتاب کے386 صفحات ہیں۔بعد میں اس میں اضافہ کر کے ریسرچ لائبریری پشاور سے شائع کرتے رہے۔اُنہوں نے اِس کا اِنتساب جناب عزت مآب مہاتیر محمد،جناب شی جن پنگ،جناب ڈیوڈ کیمرون کے نام کیا ہے۔جنھوں نے محنت اور قابلیت سے اپنے عوام میں اِنقلاب برپا کر دیا تھا۔اِس کتاب میں مختلف قسم کے موضوعات کا کہکشاں جگمگاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی کے تجربات اور مشاہدات کو بروئے کار لاتے ہوئے اِس کتاب میں تصّوف،دینی شخصیات،سیرت النبیﷺ،اقبالیات،افغانستان،قومی سلامتی،فاٹا اور امریکہ،چین اور عالمی سیاست،علم و ادب اور کُتب شناسی،سیاسی،سماجی،ادبی اورتاریخی مباحث،اِنسانی حقوق اور پولیسیات، استحصالی نظام،ظلم،نااِنصافی،جبر،معاشرتی ناہمواریوں جیسے موضوعات پر کھل کر اظہارِ خیال کیا ہے۔کتاب کے شروع میں ہی ڈاکٹر صاحب نے تصّوف پر کھل کر لکھا۔پروفیسر ناصر علی سید"خامہ بہ جوش"کی تصّوف نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "کتاب میں علم ادب کے کئی جہاں آباد ہیں۔لیکن سلوک و تصّوف کے حوالے سے لکھے ہوئے کالم جس روحانی سفر پر ساتھ لے کر چلتے ہیں۔وہ حیران کن ہے۔پڑھتے جایئے اور حیرانیوں کے سمندر میں ڈوبتے جایئے۔واپسی کا سفر جس سفر کے دوران ذہن سے محو ہوجائے تو آگے جانے اور کچھ پانے کی طلب ازخود رفتگی پر منتج ہوتی ہے3"

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

قومی اور سیاسی عدم استحکام،غُربت وافلاس،جنسی تشدد،مہنگائی اور دہشت گردی جیسے مسائل دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ڈاکٹرفصیح الدین ایک محبِ وطن پاکستانی ہیں۔وہ عالمی دُنیا کی اِسلام کے خلاف سازشوں اور شاطرانہ چالوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کی علمی و ادبی کاوِشوں کے بارے میں سابق گورنر خیبرپختونخوا ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل علی محمد خان اورکزئی لکھتے ہیں۔

> "اُن کی تحریروں میں بلا کی بے باکی اور صاف گوئی ہے۔قومی زبان اُردو ہے اُن کی محبّت اُن کی وطن دوستی اور حُب وطن کی کھلی شہادت ہے۔اُن کو اپنے قومی اداروں سے توقع اور اپنی قوم اور اپنے ملک سے بے پناہ محبّت ہے۔اُن کا قلم سچائی کا امین اور اِنسانیت سے خلوص کا پیامبر ہے۔وہ عالم اِنسانیت سے بھی محبّت رکھتے ہیں اور اپنی مقامی آبادی قبائل،پشتون اور پشتو زبان وادب سے بھی لگاو رکھتے ہیں۔وہ عالمی ریشہ دوانیوں اور پاکستان اور عالم اِسلام کے خلاف سازشوں اور شاطرانہ چالوں پر بھی نظر رکھتے ہیں4"

ڈاکٹر صاحب کی تیسری اہم کتاب"سفر کی دُھول"ہے۔یہ کتاب 464 صفحات پر مشتمل ہے اور مئی2017 ء کو ریسرچ لائبریری پشاور سے چھپ کر منظرِ عام پر آئی۔یہ کتاب علمی،ادبی،تحقیقی،تنقیدی اور تاریخی مضامین کاخُوبصورت مجموعہ ہے۔اِس کتاب کا اِنتساب اُردو ادب کی چندناموراور دیگر معروف سیاسی خواتین ڈاکٹرفہمیدہ مرزا،کشورناہید،ڈاکٹر نگار،عاصمہ جہانگیر،ڈاکٹر فاطمہ،فہمیدہ ریاض،زاہدہ حنا،فاطمہ بھٹو،شامہ ارباب وغیرہ کے نام کیا گیا ہے۔ڈاکٹر صاحب کا ایک شعری مجموعہ پشتو زبان میں"دجنون چپے("امواجِ جنوں)کے عُنوان سے چھپ چکاہے۔بطور ڈی آئی جی ہیومن رائٹس موصوف نے بچوں کے حقوق پر ایک کتابچہ بھی لکھا جسے یونیسف کی مدد سے شائع کیا گیا۔اِس کے علاوہ دو عدد مفصل تربیتی نصاب برائے حقوقِ اطفال لکھیں جو کہ"سیو دی چلڈرن "کے تعاون سے بار بار شائع ہوئیں اور پولیس کے بعض تربیتی پروگرام میں شامل کی گئیں۔پاک پولیس کی تاریخ میں پہلی بار کسی پولیس آفیسر نے انسانی حقوق سے متعلق اِس قدرعمدہ کام کیاہے۔ڈاکٹر صاحب نےبلوچستان پولیس کے ٹریننگ مینول کو بھی مرتب کر کے شائع کیا۔خیبرپختونخوا پولیس کے نصاب کو تیس سال بعد از سرِ نو مرتب کیا۔اس طرح پاکستان کی سب سے قدیم پولیس درس گاہ پولیس ٹریننگ کالج ھنگو" قائم شدہ1935(ء")میں ایک ششماہی علمی و ادبی شمارہ"تیغ و قلم" کے نام سے بطور کالج میگزین شائع کرانا شروع کیا ہے۔اب تک اِس رسالے کے کئی شمارے نکل چکے ہیں اور آن لائن انٹرنیٹ پر بھی موجود ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے چالیس سے زائد بین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں نہ صرف شرکت کی بلکہ وہاں مختلف موضوعات پر مضامین پڑھ کر اپنی قابلیت کا لوہا منوایا ہے۔اِس طرح دو درجن سے زائد ممالک کی سیر کی اور کئی ممالک جن میں امریکہ،چین،برطانیہ شامل ہیں متعدد بارجاتے رہے ہیں۔جاپان سے کینیڈااور جرمنی سے فلپائن تک دُنیا کی سیر کرتے رہے۔حال ہی میں اپنا علمی سفرنامہ2005 سے 2019 تک کے اسفار پر مبنی"ذوقِ پرواز"کے عُنوان سے مرتب کر چکے ہیں۔"ذوقِ پرواز"تادمِ تحریر زیر طبع ہے۔اِس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کے بین الاقوامی کانفرنسوں میں پیش کردہ مقالوں کو مضامین کی شکل میں مرتب کرنے اور دُنیا کی مختلف علمی شخصیات اور ادبی مشاہیر سے ملاقاتوں کو خاکوں کی صورت میں لکھنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ2008 ءمیں"پاکستان سوسائٹی آف کریمنالوجی"کا قیام تھا۔آپ اِس کے بانی صدر بھی ہیں۔2009ء میں آپ نے" پاکستان جرنل آف کریمنالوجی"کی اشاعت کا آغاز کیا۔اِس مجلے میں پوری دُنیا سے علم الجرائم کے موضوعات پر تحقیقی مقالات شائع کیے جاتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب خود اِس کے چیف ایڈیٹر بھی ہیں اور لاکھوں روپے اپنی جیب سے خرچ کررہے ہیں۔یہ مجلہ اِس قدر شاندار خدمات سر انجام دے رہا ہے کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان نے اِسے وائی کیٹیگری کے رسائل میں شامل کیا ہوا ہے۔یہ شمارہ2009 ء سے آج تک تواتر سے شائع ہو رہا ہے اور اس میں مقامی علم الجرائم یا جُرمیات کا بہت بڑا ذخیرہ اہل علم کے ہاتھ آگیا ہے۔پاکستان سوسائٹی آف کریمنالوجی کے زیرِاہتمام

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ڈاکٹر صاحب نے عالمی شہرت یافتہ چینی نژادامریکی پروفیسر کیم سی وونگ کی انگریزی کتاب کا"چین کی پولیس کی تاریخ واصلاحات"کے عُنوان سے اُردومیں ترجمہ کیاہے۔

مختصر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے علمی و ادبی ذوق و شوق اور تحریروتصنیف سے لگاو کو پولیس کی نوکری بھی زنگ نہ لگا سکی۔ڈاکٹر صاحب نے پولیس کے اندر بھی تحقیق وتحریر کی روایت کو زندہ رکھا۔وہ دورِ حاضر میں بطور مزاحمتی قلمکار اُبھر کر سامنے آئے ہیں۔اُن کی تحریریں معاشرے کی عکاس ہیں۔

ڈاکٹر فصیح الدین کی مضمون نماکالم نگاری:

مختلف اصنافِ ادب کی طرح اُردو کالم نگاری کو بھی ادب میں نمایاں مقام حاصل ہے۔جن کالم نگاروں نے اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کا وسیلہ بنایا اور اِس کے ذریعے سماج کے مختلف مسائل اور ادب کی گونا گوں جہات پرلکھنے کی روایت قائم کی۔اُن کی تحریریں عام تحریروں سے الگ بلکہ نہایت شستہ،شگفتہ،عام فہم اورسہل ممتنع کی خُوبصورت مثال ہوتی ہیں جو قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہیں۔اِن میں طنزو مزاح کی ہلکی آمیزش اور سنجیدگی کا پہلو بھی شامل ہوتا ہے۔یہی وہ اوصاف ہیں جو اُردو کالم نگاری کو چار چاند لگادیتے ہیں۔ڈاکٹر فصیح الدین اُردو کالم نگاری کا اہم اور معتبر نام ہیں۔اُنھوں نےاپنی انتھک محنت اور لگن سے اُردو کالم نگاری کو بامِ عروج تک پہنچا دیاہے۔ڈاکٹر صاحب نے ایسے وقت میں کالم نگاری کا آغاز کیا جب پاکستان میں ادبی کالم نگاری دم توڑ رہی تھی۔اُنھوں نے اپنی ذہانت وفطانت،ندرت و جدت،تحقیق و تفتیش اور بذلہ سنجی سے اُردو کالم نگاری میں ہلچل مچا دی۔اُن کی کالم نگاری میں مختلف رنگوں کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔اُن کی تحریروں میں محققانہ رنگ کے ساتھ ساتھ اُسلوب اِنتہائی سادہ اور زبان کی شرینی قاری کو ایک نئے جہاں کی سیر کرواتی ہے۔بیک وقت شریعت اور طریقت کے جام کو دُنیا داری کے کھیل کے میدان میں اُٹھانا کسی مردِ جری کا کام ہے۔ڈاکٹر صاحب ایک بہادر ،نڈر اوردلیر پولیس آفیسر ہیں۔جہاں وہ عوام کے منفی رویوں پر کاری ضرب لگاتے ہیں وہاں وہ جابر اور سفّاک حکمرانوں کے سامنےکلمہ حق کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ڈاکٹر نور حکیم جیلانی ڈاکٹر صاحب کی بے باکی اور دلیری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> "اِس کے علاوہ اُنھوں نے کالموں میں حکومت اور عوام کے منفی اقدامات پر تنقید بھی دلائل اور جرات سے کاری ضرب لگاتے ہوئے کی ہے۔یعنی جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق بلند کیا ہے۔کسی سرکاری افسر کا اِس طرح کلمہ حق بلند کرنا جرات کردار و گفتار کے ساتھ توکل بہ ایمان کردگاری بنا پر ہوتا ہے۔اوریہی علامات غلامانِ رسول اللہ ﷺ کا طریق ہے5"

اُنھوں نے جہاں جہاں اپنے کالموں میں تصّوف کا ذِکر کیا وہاں وہاں اِشارے اورکنائے میں اپنی ذات کی نفی کرتے دکھائی دیے۔ڈاکٹر صاحب اپنی کامیابیوں کا سہرا بھی صوفیاء کرام کے سر سجاتے ہیں کہ اُن کی شاگردی اور صحبت سے وہ کامیابیوں کی بلندیوں پر کھڑے ہیں۔"مجذوب کی دنیا"یہ مضمون تصّوف کی بڑی عمدہ مثال ہے۔اِس مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے مجذوب لوگوں کی زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔جن کو دنیا میں کسی قسم کا لالچ اور حرص نہیں ہوتی۔وہ گوشہ گمنامی میں رہتے ہوئے بھی خوش و خرّم رہتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب خود بھی ایسے کئی مجذوب لوگوں سے ملتے اور اُن سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ چاغی میں موجود ایک مجذوب" عجب بابا"کو ایٹمی دھماکے کرنے کا پہلے سے ہی علم تھا۔وہ اِس حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "عجب بابا نے ایک بہت بڑا گڑھا کھودا تھا ہم نے پوچھا بابا یہ کیا؟وہ زیادہ بات نہیں کرتے تھے۔یہی کہا"بم،بم"ابھی جہاں نواز شریف صاحب نے ایٹمی دھماکے کا بٹن نہیں دبایا تھا۔حیرت ہوتی ہے۔نواز شریف سے پہلے ہی عجب بابا نے دھماکہ کیسے کردیا6"

ڈاکٹر صاحب ملکی سیاسی عدم استحکام ملکی معاملات میں فوج کی مداخلت پر سیاستدانوں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔اُن کے نزدیک بگڑے حالات اور سیاسی ابتر صورتِ حال کےذِمہ داروں میں اربابِ اقتدار،پالیسی ساز اور اہل ثروت سب شامل ہیں۔اُن کے نزدیک بے جا تنقید نہیں ہونی چاہیے۔امریکہ بہادر پاکستان کو دہشت گرد سمجھتا ہےاور پاکستان کو روشن خیالی کا درس دیتا ہے۔ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اُسامہ بن لادن کی موت سے بڑھ کر اور کیا روشن خیالی ہو سکتی ہے۔مسلم علماء جو اُسامہ بن لادن کو بہت بڑا مجاہد سمجھتے تھےلیکن اُس کی موت پر کسی نے بھی نہ تو کوئی اِحتجاج کیا نہ کوئی جلسے جلوس نکالے اور نہ ہی سرکاری سطح پر کوئی تعزیتی پروگرام منعقد ہوا ۔مغرب کو روشن خیالی کااِس سے بڑا اور کیا ثبوت چاہیے۔ڈاکٹر صاحب اِس حوالے سے اپنے کالم میں جو لکھا ہے اس سے ہمارے بعض" اسلام پسندوں"کے منافقانہ رویّےپر گہری طنز کے اشارے بھی موجود ہیں۔وہ لکھتے ہیں۔

"نہ اسمبلیوں میں کوئی تعزیتی قرارداد پاس ہوئی نہ مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے جناح پارک میں کوئی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی نہ مدارس میں ماتمی اجلاس منعقد ہوئے۔نہ مسجدوں میں قرآن خوانی ہوئی۔اگر اُسامہ کے لیے اِن سب میں کچھ نہیں ہوا تو اِس سے بڑھ کر روشن خیالی کا ثبوت ہم کیا دیں۔آخر امریکہ اور یورپ کو کیوں یقین نہیں آتا کہ اگر ہم دہشت گردوں کے ساتھی ہوتے تو اُن کی موت پر کم از کم مگرمچھ کے آنسو تو بہاتے۔ ہم دہشت گرد نہیں ہیں7"

ڈاکٹر فصیح الدین ایک بہادر ،دلیراور نڈر پولیس آفیسر ہیں۔وہ سچ بات کرتے ہوئے بالکل نہیں گھبراتے۔وہ حق اور سچ کے لیے سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔اُن کے نزدیک عزت صرف اُس کی ہو گی جو اپنا کام ایمانداری سے سر انجام دے گا۔وہ ہر ایک ادارے کا نام لے کر اُن کو مخاطب ہو کر جو کچھ لکھتے ہیں اُس میں جذبہ حُب الوطنی قوم و ملت سے ہمدردی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ڈاکٹر صاحب لکھتےہیں۔

"قارئین کرام!یہ ملک جاگیردار کا ہے نہ جرنیل کااس کی حُب الوطنی کی ٹھیکیداری نہ آئی ایس آئی کی ہے نہ عمران خان کی۔مولوی ہمیں جنت دوزخ کے نام پرڈرائے دھمکائے نہ پولیس اور فوج عوام کو مزید تڑی لگائے۔یہ ملک ہم سب کا ہے۔عوام کا ہے،ہر ایک کے بُنیادی حقوق برابر ہیں۔یہی قانون کی بالا دستی ہے۔عدلیہ نے انصاف دیا تو لوگ اِس کو عقیدت سے یاد رکھیں گے،فوج نے امن بحال کیا تو عوام کے نذرانے اُن کے لیے ہوں گے۔سرمایہ داروں نے ٹیکس دیا تو قوم اُن کی مرہونِ منت ہو گی اور پولیس،پٹواری اور واپڈانے عوام کی زندگی میں زہر گھولنا بند کیا تو اُن کو سلام8"

ڈاکٹر فصیح الدین ایک محبِ وطن پاکستانی ہیں۔ اُن کا دل ہر وقت اِس ملک کی عزت اور سالمیت کے لیے دھڑکتا ہے۔وہ مغربی میڈیا کی دوغلی پالیسیوں سے سخت نالاں ہیں۔جو بغیر تحقیق کے پاکستانی مقدس سر زمین کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے رہتےہیں۔کبھی اِنسانی حقوق تو کبھی جوہری ہتھیاروں کا بہانہ بنا کر تنقید کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے کالموں کے ذریعے مغربی میڈیا کی منافقت کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔وہ مغربی میڈیا کے پروپیگنڈہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"دی اکانومسٹ نے جنوری2008 ء کے سرِورق پر پاکستان کے جھنڈے کو ایک ہینڈ گرنیڈ سے لپیٹ کر پاکستان کو دُنیا کا سب سے خطرناک ترین مقام قرار دیا۔پاکستانی جھنڈے کی اِس بے حرمتی پر کسی نے احتجاج نہیں کیا9"

11/9کے بعد امریکہ نےطالبان کو موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے افغانستان پر حملہ کر کے ساتھ ہی پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور بلوچستان میں مداخلت شروع کر دی۔شدت پسند تنظیموں کو حالات خراب کرنے کے لیے اسلحہ بارود اور مالی امداد فراہم کرنی شروع کردی۔گاہے گاہے ڈرون حملوں کے ذریعے معصوم قبائلیوں کی جانوں کے ساتھ کھیلتے رہے۔اب امریکہ ایک نئی چال چل رہا ہے۔ہمارے پاکستانی طلباء جتنے بھی مغربی ممالک

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں،مغرب اُن کوخاص کر سائنس اینڈ ٹیکنالوجی میں آگے بڑھنے سے روک رہا ہے۔ڈاکٹر صاحب سمجھتے ہیں کہ امریکہ کا یہ حملہ ڈرون حملوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔جو پاکستانی طلباء کی تباہی کے ساتھ خود امریکہ کی تباہی کا سبب بھی بنے گا۔9/11کے دس سال بعد آج مغربی اخبارات یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ امریکہ کا افغانستان پر حملہ ایک احمقانہ فیصلہ تھا۔جس پر اُنہوں نے کئی بلین ڈالر ضائع کیے۔اب امریکی عوام کی رائے بھی بدل چکی ہے۔وہ بھی افغانستان پر حملے کو امریکہ کی غلطی تسلیم کرتے ہیں۔لیکن امریکہ نے 11/9 کے واقعہ سے بہت کچھ سیکھا ۔اُنہوں نے اپنی اندرونی خارجہ پالیسی مکمل بدل کر رکھ دی۔امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف مشترکہ فورس قائم کی اور ریاست کی حفاظت کے لیے اہم اقدامات اُٹھائے۔سب سے بڑی بات یہ تھی کہ امریکی قوم اور ہر ادارے نے سرکار کا مکمل ساتھ دیا۔

ڈاکٹرفصیح الدین پولیس آفیسر ہونے کے ناطے پولیس کی بہت ساری کمزوریوں اورکوتاہیوں کےبارے میں جانتے ہیں۔اُنہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے چھوٹے ملازمین کےمسائل اور حقوق کے لیے آواز بلندکی ہے۔عوام کا پولیس کےبارےمیں یہ عام رویہ ہےکہ پولیس سب کچھ جانتی ہے۔لیکن ڈاکٹر صاحب ایسے لوگوں کی باتوں سے بالکل اتفاق نہیں کرتے اُن کے نزدیک پولیس بیچاری بے بس اور لاچار ہوتی ہے۔دن رات مسلسل سولہ سولہ گھنٹے نوکری،کچہریوں کے چکر پولیس کے ادنٰی ملازمین کو ذہنی اور جسمانی طور پر اپاہج بنا دیتے ہیں۔اُن کے نزدیک ایک عام تعلیم یافتہ سپاہی کو سوائے اپنے میڈیکل الاونس میں کٹوتی ،حوصلہ شکن ڈیوٹی اور غیر میعاری کھانے کی اور کیا فکر ہو سکتی ہے۔ان حالات میں وہ سب کچھ کیسے جان سکتا ہے؟اِسی حوالے سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

> "ارے!لوگوں کیوں یقین نہیں آتا کہ پولیس کچھ بھی نہیں جانتی،ایک نالائق،غُربت کا مارا،قسطوں میں مڈل،میٹرک کرنے والا سپاہی کیا جانتا ہے؟ہاں بہت کچھ جان سکتا ہے بشرطیکہ اُس کے میڈیکل الاونس میں غیر اعلانیہ پچیس فیصد کٹوتی کا سلسلہ بند کیا جائے۔اُس کی بقا اور حفاظت کے لیے آنے والی بے تحاشا امداد کا نیب کوئی فیصلہ کرے10"

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک آج اگر پولیس ناکام ہے تو اِس کی بڑی وجہ سیاسی مداخلت اورپولیس افسران کی سیاسی چاپلوسی ہے جو اپنے ذاتی مفادات اور من پسند تعیناتیوں کے لیے سیاستدانوں اور سرمایہ داروں کے غیر ضروری احکامات کی بجا آوری لاتے ہیں۔پولیس کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ میرٹ کی دھجیاں بکھیرنا،پولیس افسران کی آپس کی چپقلش،کمانڈ اینڈ کنٹرول میں ناکامی،بغض و حسد اور لالچ پولیس کا شِعار بن چکا ہے۔رہی سہی کسر بیرونی امداد نے نکال دی ہے۔پاکستان میں زیادہ تر تھانے چلتے ہی خیرات و زکوۃ پر ہیں یعنی زمینداروں ، جاگیرداروں اوروڈیروں کی مرہونِ منت ہیں۔بدلے میں اُن کی بے جا مداخلت امن وامان کی صورت حال میں بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔اِس حوالے سے ڈاکٹر صاحب اپنے کالم میں لکھتے ہیں۔

> "میرٹ پر بھرتی اور تعیناتی کا نام و نشان نہیں رہا ہے۔تھانوں میں سہ ماہی،ششماہی معائنے قصّہ پارینہ بن چکے ہیں۔پولیس اصلاحات نے پولیس کمانڈ اینڈکنٹرول کا جنازہ نکال دیا ہے۔بغض،حسد،گروہ بندی،لالچ،نالائقی پولیس کا شِعار بن چکی ہے۔بیرونی امداد نے رہی سہی شرم و حیا کا جنازہ نکال دیا ہے11"

بہت سارے لوگ بلوچستان اور خیبر پختونخوا کی پولیس پر سوال اُٹھاتے ہیں کہ دہشت گردی کی جنگ میں اُنہوں نے کیا قربانیاں دیں ہیں؟ڈاکٹرصاحب محکمہ پولیس کے دفاع میں سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑے نظر آتے ہیں۔اُن کے نزدیک پولیس کی ضروریات ،انفراسٹرکچر کو جب پورا نہیں کیا جائے گا پولیس بہتر طریقے سے کیسے کام سر انجام دے سکے گی؟تھانوں کی عمارات اِنتہائی خستہ حال،جدید ہتھیار اور آلات کی عدم فراہمی،سیاسی مداخلت،افسران کا سرکاری وسائل کا بے دریغ استعمال پولیس کی کارکردگی میں بڑی رکاوٹ ہے۔اُن کو نظام عدل پر بھی افسوس ہوتا ہے کہ جہاں دس فی صد لوگوں کو سزا ملتی ہو اور نوے فی صد لوگ ناجائز وسائل کے استعمال سے چھوٹ جاتے ہوں وہاں کیا ہو سکتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ڈاکٹر صاحب جہاں پولیس کے حقوق کی بات کرتے ہیں اُن کے لیے آوازِ حق بلند کرتے ہیں وہاں وہ پولیس میں موجود کالی بھیڑوں پر کھل کر تنقید بھی کرتے ہیں۔اُن کے نزدیک پولیس کے چھوٹے عملے کی کرپشن ریڑھی بانوں،رکشوں،تانگوں اور دوکانداروں سے چائے پانی لینا محکمے کے لیے بدنامی کا سبب تو بنتی ہے لیکن اِس کو میڈیا بے جا اُچھالتا ہے۔اُن کے نزدیک کرپشن کا اصل منبع تو تھانہ اور افسران کے دفاتر ہوتے ہیں۔جہاں کھل کر کھیلا جاتا ہے۔یا پھر سرکاری افسر فنڈ کھاتے ہیں جبکہ نچلا طبقہ عوام کو لوٹتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب بلا خوف و خطر اپنے محکمے کی دُشمنی مول لیتے ہوئے حق اور سچ کے لیے پولیس کے کالے کرتوت بیان کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔اُن کے علم میں یہ بات ہے کہ کس طرح پولیس کے فیلڈ افسران اپنی جعلی کارکردگی دکھانے کے لیے کیا کیا حربے استعمال کرتے ہوئے جعلی کاروائیاں ڈالتے ہیں۔جعلی ایف آئی آر اور ناجائز اسلحے کے مقدمات درج کرتے ہیں۔منشیات کی کاروائی کے لیے درباروں پر پڑے ملنگوں اورنشئیوں کو اُٹھا کر پہلے اُن پر مقدمہ درج کرتے ہیں بعد میں خود ہی ضمانت کروا کر اپنی کارکردگی ظاہر کردیتے ہیں۔فیلڈ افسروں کی اِس بے حسی کے بارے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

"ایک اعلیٰ افسر کی عوام میں شُہرت "فیلڈ"افسر کی ہے ۔مگر میں خود گواہ ہوں یہ سب دونمبر کلاشنکوف تھےاور جسے باڑہ بازار جیسی جگہ سے دوہزار روپے میں خریدا جاتا تھا۔پولیس میں یہ جھوٹ کی ریکوری روز کا معمول ہے اکثر ایس ایچ او صاحبان اِس بات سے تنگ آچکے ہیں ۔جو کچھ کماتے ہیں دو نمبر اسلحہ خریدنے اور چرس بھنگ کی برآمدگی پر خرچ کر دیتے ہیں۔12

ڈاکٹر صاحب جب ایسے سفارشی اور راشی فیلڈ افسروں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز سیاستدانوں کے ہاتھوں کھلونا بنتے دیکھتے ہیں تو وہ ایسے بے ضمیر افسروں پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں۔یہ خوش آمدی ٹولہ اپنے ذاتی مفادات کے لیے سرکاری خزانے کا بھی بے دریغ استعمال کرتا ہے۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

"جھوٹے مقدمے،جھوٹی انکوئریاں اور سرکار کے مال اموال کو ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اعلیٰ فیلڈ افسر کی نمایاں خصوصیات ہیں۔اِن افسروں کے پاس بنارسی ٹھگوں کا ایک ٹولہ بھی ہوتا ہے جو ہر وقت دفتر میں اُن کے گُن گانے پر مامور ہوتے ہیں اور صبح و شام اُن کی تعریفی گولیاں نگلتے رہتے ہیں13"

ڈاکٹر فصیح الدین کے کالموں میں ندرت و جدت اور تنوّع کے ساتھ بڑی خُوبی تمثیل نگاری بھی ہے۔اُنہوں نے اپنے ایک کالم"شہر کی تباہی اور مجذوبوں کی اسمبلی"میں سانحہ آرمی پبلک سکول میں دہشت گردی کے واقعے کے حوالے سے مجذوبوں کی اسمبلی کا احوال تمثیلی انداز سے پیش کیا ہے۔

"آج اجلاس کا ایجنڈا پاکستان کے دلخراش واقعے سے متعلق تھا۔ جہاں پختونخوا کے آکسفورڈ روڈ پر ایک سکول میں سینکڑوں بچوں کو شہید اور زخمی کر دیا گیا۔سینکڑوں طلباء کے ذہنی مریض بننے اور سینکڑوں خاندانوں کے بکھر کر ٹوٹ جانے کا بھی خدشہ ہے14"

ڈاکٹر صاحب کا دوسرا ایک کالم" کتّے کی زندگی"تمثیل نگاری کی خُوبصورت مثال ہے۔کتّا کہیں وفاتو کہیں حرام خوری کی علامت سمجھا جاتا ہے۔کتّے پر کئی ایک ضرب الامثال اور مقولے بھی مشہور ہیں۔حتیٰ کہ رِشوت لینے والے کو بھی کتّے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔جیسے پولیس کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ کتّا کتّے کا گوشت نہیں کھاتا لیکن پولیس والا کھا لیتا ہے یعنی پولیس والا پولیس والے سے بھی رشوت لے لیتا ہے۔کتّا خونخوار،لالچی،چوکیدار اور وفادار ہوتا ہے۔ڈاکٹر صاحب کے ایک دوست نے تو اِنسانی زندگی کے مختلف ادوار میں شیکسپیئر کو بھی مات دے دی اور اِنسانی زندگی کوسات کی بجائے تین ادوار میں کچھ اِس طرح تقسیم کر دیا ہے۔اقتباس ملاحظہ ہو۔

"زندگی کے سات ادوار نہیں ہوتے بلکہ یہ تین ادوار سے گزرتا ہے۔یہ تین دور تین جانوروں سے مماثل ہیں۔بچپن اور لڑکپن میں بندر کی طرح اُچھلتا کُودتا ہے۔یہ جا وہ جا چھلانگیں اور چوکڑیاں بھرنااُس کی زندگی ہوتی ہے۔بندر دیکھو بچہ دیکھو برابر ہے۔جوان ہونے پر شادی کرتا ہے۔ماں باپ اور بیوی بچوں کا بوجھ اُٹھاتا اور گدھے کا بھائی بن جاتا ہے۔۔۔۔۔فصیح میاں یہ سخت جان زندگی پھر بھی اچھی ہے۔اِس لیے آگے کتّے کی زِندگی بڑی خوفناک ہوتی ہے۔بڑھاپا شروع ہوا اور بالخصوص جب آدمی ریٹائر ہو تو بس ہر ایک سے لڑتا بھڑتا ہے۔۔۔۔۔یہ ریٹائرڈ اِنسان کتّوں کی طرح ہر ایک سے لڑتا رہتا ہے۔اِنسان ریٹائرمنٹ کے بعد کتّے کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے15"

ڈاکٹر صاحب پکےاور سچے عاشقِ رسول ﷺہیں ۔اُن کا دل ہر وقت اِسلام کی عظمت اور سر بلندی کے لیے دھڑکتا ہے۔اُنہوں نے اپنے کالموں میں مولوی اِزم پر کھل کرچوٹیں کیں ہیں۔جو اِسلام کی خدمت کی بجائے آپس کے تفرقوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ڈاکٹر صاحب سیرت النبی ﷺکوذریعہ نجات اور زندگی کی کامیابی تصّور کرتے ہیں۔وہ اِسلام کے معاشی نظام پر یقین رکھتے ہیں۔اُن کے نزدیک اِسلام رزقِ حلال،صداقت،امانت،دیانت،ایمانداری،حقوق کی ادائیگی،خوش اخلاقی،حُسنِ سلوک اور راست بازی کا درس دیتا ہے۔حضور اکرمﷺ نے ذخیرہ اندوزی ،ناپ تول میں کمی،ملاوٹ پر لعنت بھیجی ہے۔ڈاکٹر صاحب سرمایہ درانہ نظام کے خلاف ہیں۔جس سے دولت چند ہاتھوں میں چلی جاتی ہے۔وہ فضول خرچی اور سود جیسی لعنت کو معاشرے کی بربادی سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب علامہ اقبال کے بڑے عقیدت مند ہیں۔وہ اقبال کی اِسلامی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں میں نئی روح پھونک دی اور مردِ مومن کے سوئے ہوئے ضمیر کوجگا دیا۔اُنہوں نے جہاد کا درس دیا اور اسلام کی روشنی سے مسلمانوں کے دلوں کو منّور کیا۔علامہ صاحب ایک سچے عاشقِ رسول ﷺتھے۔اُن کے نزدیک کائنات کا وجود سرورکائنات حضرت محمدﷺکے وسیلے سے ہی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

علامہ اقبال نے نہ صرف افغانستان کا سفر کیا بلکہ افغانستان کی تعلیمی پالیسی بھی مرتب کی۔ اقبال کی شاعری میں اُمید کا پہلو غالب ہے۔علامہ صاحب پُر اُمید ہیں کہ ایک دن افغانستان میں قبائلی نظام ختم ہو جائے گا اور ہر طرف اِسلامی نظام کا چرچا ہو گا۔اقبال افغانستان کو ایشیا کا دل سمجھتے تھے۔اُن کے نزدیک اِس سرزمین میں ظہیرالدین بابر کا دفن ہونا اُن کی خوش قسمتی تھا۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے کالموں میں بڑی محنت اور دلجمعی سےافغانستان کے حالات قلمبند کیے ہیں۔روس کا افغانستان پر حملہ اور پسپائی، فاٹا میں امریکی مداخلت اور افغان امریکہ جنگ کے اسباب پر کھل کر اظہارِ خیال کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے کالموں میں نہ صرف چین کی سیاسی،سماجی،مذہبی اور معاشی صورتِ حال کو موضوع بحث بنایا ہے بلکہ چین کے حقوق کے لیے بھی آواز بلند کی ہے۔اُنہوں نےاپنی کالم نگاری کے ذریعے مغربی ممالک اور میڈیا کی جانبداری پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔جونہ صرف چین کی ترقی سے خائف ہیں بلکہ ہر وقت چین کے خلاف پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔وہ چین کو نیچا دکھانے کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہے ہیں۔میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے معاشرتی بودوباش اور کھانے پینے پر واویلا کرتے رہتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب اِس امر کو غیر اخلاقی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"سوشل میڈیا پر دکھایا جارہا ہے کہ چین میں لوگ کتّے بلی اور سانپ کھاتے ہیں تاکہ مہذب ممالک کے لوگوں کو چین کے کھانے پینے سے نفرت دلائی جائے۔اِسی طرح کبھی کبھی سوشل میڈیا پر یہ بھی بتایا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

جاتا ہے کہ اب چین میں لوگ نوزائیدہ بچوں کو ذبح کر کے کباب بناتے ہیں۔مثلاً مرے ہوئے نوزائیدہ یا بیمار بچے، یہ سب چین کے خلاف غیر اِنسانی پروپیگنڈا ہے۔مغربی میڈیا جس طرح ایک عرصے سے دُنیا کو اِسلام سے ڈرا رہا تھا اب اِسی طرح چین کی ثقافت ،بودوباش اور کھانے پینے سے نفرت اور کراہت دلائی جا رہی ہے16"

امریکہ اور اِس کے ساتھ اتحادی طاقتیں چین کی اُبھرتی ہوئی مضبوط ترین معیشت کو برباد کرنے اور چین کو کمزور کرنے کے لیے نِت نئے تجربے کر رہے ہیں۔وہ چین کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے جاپان اور چین،فلپائن اور چین کے درمیان سرحدی تنازعہ پیدا کر کے اور جنگ میں اُلجھا کرچین کی معاشی ترقی برباد کرنا چاہتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے کالموں میں ایران کے خلاف امریکی سازشوں کا پردہ بھی چاک کیا ہے۔امریکہ جوہری ہتھیاروں کا بہانہ بنا کر ایران پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔اُن کے خیال میں ایران کے جوہری ہتھیاروں کا ہوّا کھڑا کر کے امریکہ ہر روز سعودی عرب کو ڈراتا رہتا ہے تاکہ وہ مسلسل امریکہ سے اسلحہ خریدتا رہے۔اگر امریکہ ایران پر حملہ کرتا ہے تو پاکستان میں موجود اہل تشیع حضرات کے دل دُکھیں گے۔لہذا اب امریکہ براہِ راست جنگ کی بجائے ففتھ جزیشن وار کے ذریعے ایران میں حالات اِنتہائی کشیدہ کیے ہوئے ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے کالموں میں ناقص نظامِ صحت ، جعلی ڈاکٹروں اور جعلی کلینکس کی بھر مار پر تاک تاک کر نشانے سادھے ہیں۔ جو اِنسانی جانوں سے کھیلنے کے ساتھ ساتھ سرِ عام موت بانٹ رہے ہیں۔

ڈاکٹر فصیح الدین صاحب دورِحاضر کے بہت بڑے محقق ،اُستاداور نقاد ہیں۔وہ تنقید برائے تنقید کے قائل نہیں بلکہ تنقید برائے اصلاح پر یقین رکھتے ہیں۔اُن کو توہم پرستی سے سخت نفرت ہے۔وہ من گھڑت واقعات کا نہ صرف رد کرتے ہیں بلکہ تحقیق اور حوالہ جات سے اُسے غلط ثا بت کرتے ہیں۔اُنہوں نے پشاور میں صحابی رسول حضرت سنان بن سلمہ کی قبر مبارک کا نہ صرف رد کیا بلکہ تحقیق سے ثابت کیا کہ یہاں کسی صحابی رسولﷺ کی قبرمبارک نہیں ہے۔اِس کے علاوہ اُنہوں نے ہندوستان کے شہر بھوپال میں راجہ بھوج کے شق القمر کا واقعہ دیکھنے کی کہانی کو بھی رد کیا اور اُسے اپنی تحقیق سے فرضی قصّہ قرار دیا۔جس کی کوئی سند معلوم نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب معاشرتی برائیوں کے خلاف صف آراء نظر آتے ہیں۔اُنہوں نے اپنے کالموں کے ذریعے عوام میں شعور اُجاگر کرنے کی بھر پور کوشش کی۔وہ بغیر کسی ڈر اور خوف کےجاہل مُلّاوں کے مکروہ چہروں سے منافقت اور دوغلے پن کا لبادہ نوچ ڈالنے سےبالکل نہیں گھبراتےجو مذہب کارڈ کا استعمال کرتے ہوئے اپنے ذاتی مفادات کے لیے لوگوں کو گمراہی کے دھانے پہ لے آئے ہیں۔اُن کو پڑھے لکھے لوگوں پر بھی افسوس ہوتا ہے جو اِن ڈھونگیوں کے بہکاوے میں آجاتے ہیں۔اس حوالے سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

"مولوی کے راج سے تو خود قرآن و حدیث پسِ پُشت چلے گئے ہیں اور مولوی کو اب اسلام سے زیادہ سیاست بازی اور کاروبار کا شوق ہے۔مولوی کے ہاتھوں تو اِس ملک میں قبائلیت اور جاگیرداری کا خاتمہ نہیں ہو رہا۔سوشل میڈیا پر مولویت کے اِس راج سے مجھے سخت دُکھ ہوا ہے۔اچھے بھلے تعلیم یافتہ اِنسان مولوی کے اِس"تعلیم باختہ چہرے"سے دھوکے میں آرہے ہیں17"

ڈاکٹر صاحب نے اپنے کالموں کے ذریعے جعلی پیروں،عاملوں اورپاکھنڈی بابوں کے ڈراموں کا نہ صرف پردہ چاک کیا بلکہ اُن کے چہروں سے منافقت کا نقاب نوچ ڈالنے کی کوشش کی ہےجو مذہب کا غلط استعمال کرتے ہوئے دم درود،جادو ٹونے،تعویزگنڈوں کے ذریعے نہ صرف لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔بلکہ مالی فوائد حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک گر جاتے ہیں۔جومحبوب کو قدموں میں لانےاور ہوئے نکاح تڑوا ڈالنے کے دعوے بھی کرتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب ایسے دینداروں کو کوئی مصلح نہیں بلکہ دہشت گرد قرار دیتے ہیں اور اِن کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں۔اِسی حوالے سے لکھتے ہیں۔

"خودغرض مولوی اور نفس پرست پیر ذاتی نمائش اور فخر وکبر میں مبتلا ہو کر لوگوں کو اپنے دام میں گھیرتے ہیں حالانکہ اصل بابا تو ہر انسان کے اندر موجود ہوتا ہے۔اصل نظریں مولا علی پر جم جائیں یا مولائے ناگور پر یا کسی کرپال سنگھ جی مہاراج پر ،کام اُسی نے کرنا ہوتا ہے18"

ڈاکٹر صاحب کی تحریروں کا اُسلوب اور بیان پاکیزہ، جاذبِ دل اور جاذبِ نظر ہے۔اُنہوں نے اپنی تحریروں میں اِنتہائی سادہ اور روزمرّہ کی زبان استعمال کی ہے۔ڈاکٹر صاحب نے زندگی کے تمام تر موضوعات پر طبع آزمائی کی اور معاشرے کی ناہمواریوں سے چومکھی قلمی لڑائی لڑی ہے۔تحقیق وتنقید،مزاح نگاری،شعروسُخن اور علم وادب پر مدبرانہ اظہارِ خیال کیاہے۔ڈاکٹر صاحب کی تحریریں اُن کی آپ بیتی اور تاریخ بھی ہیں۔سیرت النبی ﷺاور تصّوف کا سرچشمہ بھی ہیں۔اسلام کی خدمت اور اسلام دشمن عناصر کے خلاف اعلانِ جنگ بھی ہیں۔پولیس کی تعریف اور پولیس پر تنقید بھی ہیں۔سیاستدانوں ،جاگیرداروں،ججوں، جرنیلوں کی داستان بھی ہیں۔امریکہ کی غلط پالیسیوں اور بے جا مداخلت کا انجام بھی ہیں۔شعر وادب کا نمونہ اور اِسلامی نظام کا سفینہ بھی ہیں۔منشیات کے خلاف جنگ اورملاقاتوں کا احوال دوستوں کے سنگ بھی ہیں۔مختصر یہ کہ ڈاکٹر صاحب کی تحریروں میں وہ سب کچھ ہے جو ایک قاری کی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔ڈاکٹر صاحب اپنی علمی قابلیت،بے باکی اور مدبرانہ تجزیوں کی بنا پردورِ حاضر کے تمام کالم نگاروں پر سبقت حاصل کیے ہوئے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ محمد وارث خان،"مکالمہ"،اسلام آباد:علم وحکمت فاونڈیشن،2020ء۔ص11/10
2۔ فصیح الدین،ڈاکٹر،"خامہ بہ جوش"،پشاور:ریسرچ لائبریری،بالمقابل فاٹا سیکرٹریٹ ورسک روڈ،2013 ء۔ص18
3۔ ناصر علی سید،"ترقی پسند ادب کااحساس"،پشاور:ملاقات پبلی کیشنز،گل بہار،جون2014 ءص66
4۔ فصیح الدین،ڈاکٹر،"خامہ بہ جوش"،(صحرا میں اذان)پشاور:ریسرچ لائبریری،بالمقابل فاٹا سیکرٹریٹ ورسک روڈ، جنوری2017ء۔ص07
5۔ ناصر علی سید،"ترقی پسند ادب کااحساس"،پشاور:ملاقات پبلی کیشنز،گل بہار،جون2014 ءص71
6۔ فصیح الدین،ڈاکٹر،"خامہ بہ جوش"،پشاور:ریسرچ لائبریری ورسک روڈ ،ستمبر2016ء۔ص42
7۔ ایضاً۔ص60
8۔ ایضاً۔ص63
9۔ ایضاً۔ص66
10۔ ایضاً۔ص125
11۔ ایضاً۔ص124
12۔ فصیح الدین،ڈاکٹر،"سفر کی دُھول"،پشاور:ریسرچ لائبریری ورسک روڈ ،مئی2017ء۔ص364
13۔ ایضاً۔ص364
14۔ فصیح الدین،ڈاکٹر،"صحرا میں اذان"خامہ بہ جوش،پشاور:ریسرچ لائبریری ورسک روڈ، جنوری2017ء۔ص50
15۔ فصیح الدین،ڈاکٹر،"سفر کی دُھول"،پشاور:ریسرچ لائبریری ورسک روڈ ،مئی2017ء۔ص213
16۔ فصیح الدین،ڈاکٹر،"صحرا میں اذان"خامہ بہ جوش،پشاور:ریسرچ لائبریری ورسک روڈ، جنوری2017ء۔ص194
17۔ ایضاً۔ص300
18۔ فصیح الدین،ڈاکٹر،"سفر کی دُھول"،پشاور:ریسرچ لائبریری ورسک روڈ ،مئی2017ء۔ص226